قرآن کریم اور عبادت گاہوں کا تحفّظ
اور مولانا آزاد کی قرآنی بصیرت

مولانا اخلاق حسین قاسمی (دہلی)

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی وہ تقریریں جو فرقہ پرستی اور فسادات کے خلاف ہندوستانی پارلیمنٹ کے اندر ہوئیں ان کی جرات و صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ مولانا عثمان فار قلیط کی بے باکانہ تحریریں جو اخبار الجمعیۃ کے صفحات کے ذریعے ملک کے کونہ کونہ میں حوصلہ' ہمت اور جوش ایمانی پیدا کر رہی تھیں اور یہ تمام آوازیں مولانا آزاد رحمہ اللہ کے عزم و حوصلہ سے روشنی حاصل کر رہی تھیں۔ اور یہ بھی مولانا آزاد کے ایمانی شرح صدر کا نتیجہ تھا کہ ایسے نازک مرحلہ پر بھی ان رہنماؤں کے اندر ہندوستان میں اسلام کے مستقبل کی طرف مایوسی کی لہر پیدا نہیں ہوئی' کیونکہ وزارت تعلیم کے ذریعے حکومت کے ایوان خاص میں مولانا ابوالکلام آزاد خیمہ زن تھے جو ایک طرف ہندو فرقہ پرستی کے لئے تیغ براں تھے تو دوسری طرف غلو پسند اور تملق شعار مسلم قوم پرستوں کے حق میں انتباہ شدید تھے۔

قرآن کریم اور پیغمبر اسلام محمد ﷺ پر آج تک جو کچھ لکھا گیا ہے' اس میں صرف مسلم معاشرہ اور ایمان والوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا مقصد سامنے رہا ہے۔ بہت کم ایسی دینی کتابیں ملتی ہیں جو غلط فہمیوں میں گھرے ہوئے غیر مسلموں کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے قریب لانے اور مذہب حق کا گرویدہ بنانے کے بنیادی دعوتی مشن کے ذہن سے وجود میں آئی ہوں اور ان کے مصنفین کا قدم اسلاف کبار کے قائم کردہ دائروں سے باہر بھی نہ نکلا ہو۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تفسیر ترجمان القرآن پر اگر

غور کیا جائے تو وہ خالص دعوتی اور تبلیغی نصب العین کی ضرورت پر پوری اترتی ہے۔ تعصب و تنگ نظری میں ڈوبا ہوا غیر مسلم ذہن بھی اگر اس کا مطالعہ کرے تو وہ اسلام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔

مولانا آزاد نے قرآن کریم کی نازک سے نازک آیت کو واضح کرتے ہوئے اس مقصد کو سامنے رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ قرآن "هُدًى لِّلنَّاس" ہے' تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا پیغام ہے' صرف "هُدًى لِّلْمُؤْمِنِينَ" (مسلمانوں کے لئے ہدایت) ہی نہیں ہے' اسی طرح صاحب قرآن رسول اللہ ﷺ کو "رحمةً لِلعالمين" اور "كافّةً لِلنّاس" قرار دیا گیا ہے۔ یعنی سب کے لئے رحمت اور سب کے لئے کافی۔ جس صاحب قلم اور خطیب کے ذہن میں اسلام اور پیغمبر اسلام کا یہ عمومی مقام ہوگا وہ انسان کی خیر خواہی اور تالیف قلوب کے احساسات سے معمور ہو کر زبان اور قلم کو حرکت دے گا۔

سیاسی انقلاب کا قرآنی فلسفہ

آزادی رائے کے حق کے بعد قوم و مذہب کی عبادت گاہوں کے لئے آزادی اور حفاظت کا حق بھی ضروری ہے' کیونکہ عبادت گاہیں عقیدہ و مذہب کا نشان ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نے اس بنیادی مذہبی حق کو بڑے عجیب پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ سورۃ الحج کی آیت ۴۰ میں بتایا گیا کہ قانون قدرت کے تحت اگر ایک گروہ کے ذریعے دوسرے گروہ کو سیاسی اقتدار سے محروم کرنے کا سلسلہ جاری نہ رہتا تو تجارت گاہیں اور کارخانے' کھیت اور کھلیان کے مرکز ہی تباہ و برباد نہ ہوتے رہتے بلکہ کمزور قوموں کی عبادت گاہیں بھی بربادی سے محفوظ نہ رہتیں' اس لئے یہ سیاسی انقلابات رونما ہوتے رہتے ہیں اور ایک قوم و جماعت کو اقتدار کا ٹھیکہ دار اور دائمی مالک نہیں رہنے دیا جاتا۔

﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ

عَزِيزٌ ۝

ترجمان القرآن میں آیت مذکورہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے :

"(اور دیکھو) اگر اللہ بعض آدمیوں کے ہاتھوں بعض آدمیوں کی مدافعت نہ کراتا رہتا (اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ظلم و تشدد کرنے کے لئے چھوڑ دیتا) تو کسی قوم کی عبادت گاہ زمین پر محفوظ نہ رہتی۔ خانقاہیں' گرجے' عبادت گاہیں' مسجدیں جن میں اس کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے' سب کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔ (یاد رکھو) جو کوئی اللہ (کی سچائی) کی حمایت کرے گا تو ضروری ہے کہ اللہ بھی اس کی مدد فرمائے۔ کچھ شبہ نہیں' وہ یقیناً قوت رکھنے والا اور سب پر غالب ہے!"۔

(ترجمان جلد دوم' ص ۵۱۱)

تفسیری حاشیہ میں لکھتے ہیں :

"اس کے بعد واضح کیا گیا کہ یہ (قوت سے دفاع) مظلوموں کا قدرتی حق ہے اگر وہ اس حق سے محروم کر دیئے جائیں تو دنیا میں انسانی ظلم و استبداد کی مدافعت کا کوئی سامان باقی نہ رہے' جس گروہ کی بن پڑے دوسرے گروہ کے اعتقاد و عمل کی آزادی ہمیشہ کے لئے پامال کر دے۔ چنانچہ فرمایا' یہاں اللہ نے ایک جماعت کے ہاتھوں دوسری جماعت کے ظلم و تشدد کو دفع کرانے کا نظام قائم کر رکھا ہے۔ اگر یہ سلسلہ مدافعت بـعـض بـبـعـض نہ ہوتا' تو دنیا میں خدا پرستی کا خاتمہ ہو جاتا' کسی گروہ کی عبادت گاہ انسانی ظلم و استبداد کے ہاتھوں محفوظ نہ رہتی"۔ (ایضاً)

مولانا آزاد نے قدرت کے دفاعی عمل کو جہاد اسلامی کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ عام رکھا۔ مولانا آزاد نے اس آیت کے سیاق و سباق کے ساتھ انسانی تاریخ پر بھی نظر رکھی۔ انسانی تاریخ یہ شہادت دیتی ہے کہ ایک قوم کو سیاسی اقتدار سے ہٹانے کے لئے قدرت کبھی ایمان والی جماعتوں سے کام لیتی ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ ایک کم مجرم قوم کے ذریعے بڑی مجرم قوم کے سیاسی اقتدار کو ختم کرا دیا جاتا ہے۔ مالک بن دینار تابعی کا قول ہے کہ میں نے تو مذہبی کتابوں میں یہی پڑھا ہے کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ پہلے ایک ظالم جماعت کے ذریعے ظالم جماعت کا اقتدار ختم ہوتا ہے اور پھر اس ظالم جماعت کو نیک جماعت کے ہاتھوں ہٹا دیا جاتا ہے۔

تاریخ انسانی کے علاوہ مولانا آزاد کے سامنے سورۂ انعام کی وہ آیت بھی ہے جس میں قرآن کریم نے یہ بات صاف کردی کہ مذہبی آزادی کی حفاظت کے لئے ضروری نہیں کہ اہل حق ہی سے خدا تعالیٰ دفاع کا کام لے' بلکہ یہ کام قدرتِ الٰہی ظالموں سے بھی لے لیتی ہے :

﴿ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾ (الانعام : ۱۳۰)

"وہم چنیں مسلط ے کنیم بعض ستم گاراں را بر بعض بشامت آنچہ ے کردند"

یہ ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے اور یہی مفہوم مولانا ابو الکلام آزاد نے اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں :

(اور دیکھو) اس طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کردیتے ہیں ان کی اس کمائی کی وجہ سے جو وہ (اپنی بداعمالیوں سے) حاصل کرتے رہے ہیں"۔

اسی مفہوم کو سورۂ بقرہ میں اس طرح ادا کیا گیا ہے :

﴿ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

(آیت ۲۵۱)

"اگر خدا تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے اقتدار سے نہ ہٹاتا رہتا تو زمین میں فساد برپا رہتا لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے"۔

آیت بالا (الحج : ۴۰) میں انقلاب و تبدیلی میں اقتدار کی عام مصلحت بیان کی گئی ہے اور وہ مذہبی آزادی کی حفاظت ہے۔ عبادت گاہوں کے تحفظ سے اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس مفہوم میں مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی مولانا آزاد کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔ تفہیم القرآن میں مولانا مودودی نے اس آیت کی تشریح میں عموم کا مفہوم اختیار کیا ہے اور "الجہاد" نامی کتاب میں قرآن کریم کے چار لفظوں صوامع' بیع' صلوات اور مساجد کی تشریح میں لکھا ہے :

"صَوامِعُ سے مراد عیسائیوں کے راہب خانے' مجوسیوں کے معابد اور صائبین کے عبادت خانے ہیں اور بِیَعٌ کے لفظ میں عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے کنائس دونوں داخل ہیں' یہ جامع الفاظ لانے کے بعد پھر صَلَوٰتٌ کا ایک جامع لفظ استعمال کیا جس کا اطلاق ہر موضع عبادت پر ہوتا ہے"۔ (صفحہ ۱۹)

اوپر مولانا آزاد نے بھی صَلَوٰات کا ترجمہ عبادت گاہیں کرکے اس کے عموم میں ہر مذہبی گروہ کی عبادت گاہوں کو شامل کیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مولانا مودودی صاحب کو مولانا آزاد کا معنوی خلیفہ قرار دیا ہے۔ اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ اسلام کے اجتماعی فکر کی جس جذبہ و جوش کے ساتھ مجتہدانہ انداز سے مولانا آزاد نے دعوت دی اس کے خدو خال کی تکمیل کرنے والوں میں مولانا مودودیؒ سب سے آگے نظر آتے ہیں' لیکن ان دونوں مصلحین نے نظر و فکر کے دور سے گزر کر جب عملی دور میں قدم رکھا تو دونوں ہی کو اھونُ البلیّتین کے فقہی قاعدہ نے جوش و جذبات اور عزم و عزیمت کی جگہ رخصت کے مقام پر پہنچادیا۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں ان دونوں مفسرین کے علاوہ دوسرے علماء تفسیر نے اپنی نظر کو صرف آیت کے سیاق و سباق تک محدود رکھا۔ اس جماعت میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مفتی محمد شفیعؒ جیسے دو بڑے فاضل بزرگ شامل ہیں۔ اب دیکھئے کہ اس طرز فکر کا نتیجہ کیا نکلا؟ مولانا دریا آبادی کے الفاظ حسب ذیل ہیں :

"خوب خیال رہے کہ پرانی عبادت گاہوں کے سلسلہ میں ذکر مندروں' شوالوں اور ٹھاکردواروں کا نہیں' بلکہ صرف انہی کا آنے پایا ہے جو بعد کو عملاً جیسے کچھ بھی ہو گئے ہیں لیکن اصلاً بہرحال توحیدی مذہب تھے"۔ (تفسیر ماجدی' ص ۶۸۶)

مولانا آزاد نے کتنی بالغ نظری سے قرآن کریم کی تفسیر کی ہے۔ مولانا آزاد کے ذہن میں یہ موجود تھا کہ اس آیت کو اگر صرف مقامی سیاق و سباق تک محدود رکھا گیا اور انسانی تاریخ' رسول پاک ﷺ اور آپ کے جانشین خلفاء کے طرز عمل کو پیش نظر نہ رکھا گیا تو اس سے آیت قرآنی کی حقیقی روح ختم ہو جائے گی اور ساتھ ہی اسلام کے اہم بنیادی اصول (آزادی مذہب) کی ساری عمارت منہدم ہو جائے گی۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے دریا آبادی صاحب کے الفاظ اس طرح دہرا دیئے ہیں :

> "ان مذاہب کے عبادت خانوں کا ذکر نہیں فرمایا جن کی بنیاد کسی وقت بھی نبوت اور وحی الٰہی پر نہیں تھی' جیسے آتش پرست مجوسی یا بت پرست ہندو کیونکہ ان کے عبادت خانے کسی وقت بھی قابل احترام نہ تھے"۔
>
> (معارف القرآن جلد ۲' ص ۲۷۰)

یہ بڑے جلیل القدر اہل علم ہیں' جن کی رائے ماحول سے زیادہ متاثر معلوم ہوتی ہے' کیونکہ حسب ذیل حقائق اس طرز فکر کی مکمل تردید کرتے ہیں :

۱ - محقق علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہندو مذہب آج جس حالت میں بھی ہو' اصل کے اعتبار سے یہ توحیدی مذہب ہے' اور ان کی عبادت گاہیں بھی اصل کے لحاظ سے توحیدی عبادت گاہیں ہیں۔ موجودہ شکل صنم خانوں کی ہے جس طرح کیتھولک مسیحی طبقہ کے گرجا مسیح اور مریم کے صنم خانے بن گئے ہیں۔

مشہور عرب مورخ البیرونی (وفات ۴۲۱ھ) نے کتاب الہند میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (وفات ۱۲۳۶ھ) اور حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ ہم عصر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے نہایت تحقیق کے ساتھ ویدوں میں توحید کی تعلیم کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن چشتی (وفات ۱۰۹۴ھ) سنسکرت زبان کے فاضل تھے۔ انہوں نے ہندوستان کی قدیم کتابوں کا براہ راست مطالعہ کیا اور مرآۃ المخلوقات فارسی زبان میں لکھی اور اس میں ہندوؤں کی ایک قدیم مذہبی کتاب "اتر کھنڈان پڑان" کا ترجمہ فارسی میں کیا اور اس میں ہندوؤں کے قدیم رشیوں کے کلام سے رسول اکرم ﷺ کے آنے کی بشارت ثابت کی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ کی طرف سے "بشارت مہادیو اور اسلام" کے نام سے شائع ہوا۔ اسی طرح مولانا عبدالعزیز صاحب (وفات ۱۹۱۱ء) نے "بشارات احمد" کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں ویدوں کے وہ سنسکرت اشلوک اردو رسم الخط میں تحریر کئے اور یہ ثابت کیا کہ ویدوں کی تعلیمات میں اب تک بھی توحید کی تعلیم اور رسول آخر الزمان ﷺ کے رسول آخری ہونے کی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔

یہ بات الگ ہے کہ قرآن کریم نے صرف دو منسوخ مذہبوں کا ذکر کیا ہے' یعنی یہود و نصاریٰ کے مذہبوں کا۔ حضرت مرزا صاحب نے وضاحت سے لکھا ہے کہ ان دو مذہبوں کے علاوہ دوسرے منسوخ مذاہب بھی ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں کیا گیا۔

۲ ۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب فارس کو فتح کیا تو آتش پرست مجوسیوں کے عبادت خانوں (آتش کدوں) کو ہاتھ نہیں لگایا' حالانکہ مجوسی فرقہ کا قرآن کریم میں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں صابی فرقہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور یہ فرقہ ستاروں کے نام پر بنائے ہوئے بتوں کی پرستش کرتا تھا اور ان کے عبادت خانوں میں صنم پرستی ہوتی تھی۔ بعض اکابر تابعین نے قرآن کے لفظ صَوَامِع میں صابی فرقہ کی عبادت گاہیں شامل کی ہیں"۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۱۶۳)

محمد بن قاسم کے ساتھ بصرہ اور عراق کے جید علماء اور فقیہ صاحبان ہندوستان آئے انہوں نے ہندوستان کے ہندوؤں کی عبادت گاہوں کو اہل کتاب کی عبادت گاہوں کی مثل قرار دے کر ان کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی اور اسی شرعی ذمہ داری کے تحت ہندوؤں کے معابد' منادر و شوالوں کی حفاظت کا انتظام کیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی ؒ نے "عرب ہند تعلقات" نامی کتاب میں تاریخ بلاذری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہندوستان کے عبادت خانوں کو یہود و نصاریٰ اور مجوس کی عبادت گاہوں کی طرح قرار دیا گیا۔
(معارف اعظم گڑھ مارچ ۶۵ء)

۳ ۔ قرآن کریم (الانعام : ۱۰۷) میں غیر مسلم قوموں کے مذہبی پیشواؤں کو جنہیں وہ پوجتے ہیں' برا کہنے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس میں کسی عالم نے یہ قید نہیں لگائی کہ ان پیشوایان کفر کا تعلق قرآنی اہل کتاب سے ہو یا ان کا اصلاً تعلق وحی و نبوت کے ساتھ رہا ہو۔ پھر عبادت گاہوں کے تحفظ میں کسی قسم کی شرط لگانے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟

ہم مسلمان اہل قلم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اس قسم کی دل آزارانہ تحریروں کا اثر غیر مسلم حلقوں تک نہیں پہنچتا بلکہ ہماری آواز ہمارے مدرسوں اور مسجدوں تک محدود رہتی ہے۔ یہ ہماری غلط فہمی ہے۔

ایک دفعہ یہ خاکسار پروفیسر مدھوک صدر جن سنگھ سے ملاقات کرنے اور ان سے

مذہبی مسائل پر بات کرنے ان کے گھر پہنچا۔ مدھوک صاحب سے اسلام کے جہاد' جزیہ اور دارالحرب جیسے مسائل پر گفتگو کی گئی اور ان کی غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ مدھوک صاحب پڑھے لکھے آدمی ہیں اور پروفیسر ہیں۔ گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ مدھوک صاحب کا مطالعہ اسلامی معلومات کے سلسلہ میں کافی وسیع ہے لیکن ان کے مطالعہ میں وہی کتابیں رہتی ہیں جن میں مناظرانہ اور جارحانہ انداز سے جہاد اور جزیہ کے مسائل پیش کئے گئے ہیں۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ مولانا ابوالکلام کی تفسیر ترجمان القرآن کا گہرا مطالعہ کریں۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا۔

بابری مسجد تحریک کے موقع پر ڈاکٹر سبرامنیم سوامی جیسے لیڈر نے ہندو نوجوانوں کو مسلمانوں کی طرف سے بدظن کرنے کے لئے ایک انٹرویو میں یہ کہا تھا کہ مسلمان ہندوستان کو دارالحرب کہتے ہیں اور دارالحرب کو تلوار سے فتح کرنا ان کے نزدیک مذہبی فرض ہے۔ یہ کتنی بڑی غلط فہمی ہے۔۔۔ مولانا آزاد نے اسی ماحول کو سامنے رکھا ہے۔

بقیہ حواشی "قرآن کی فکری و فنی عظمت"

خلکان نے اپنی وفیات الاعیان میں اس کے زندقہ کا تذکرہ کیا ہے۔ رہی بات المعارضہ للقرآن لکھنے کی تو اس سلسلے میں کوئی حتمی اور قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

{۱۶} والسٹن' "محمد ہز لائف اینڈ ڈاکٹرن"' ص ۱۴۳

{۱۷} وحید الدین خان' علم جدید کا چیلنج' ۱۹۶۵ء' ص ۱۴۷۔۱۴۸

{۱۸} حمد بن محمد الخطابی' بیان اعجاز القرآن' طبع اول' ۱۹۵۳ء' قاہرہ' ص ۳۲

{۱۹} کارلو نالینو' تاریخ آداب العربیہ' (جامعہ مصریہ میں دیئے گئے لیکچرز کا مجموعہ) قاہرہ۔ ص ۸۲

{۲۰} پی کے حتی' ہسٹری آف دی عربس' طبع ششم' ۱۹۵۸ء' نیویارک' ص ۱۲۷

{۲۱} گولڈ زیہر' اے شارٹ ہسٹری آف عربک لٹریچر' ص ۱۹

{۲۲} جرجی زیدان' تاریخ التمدن الاسلامی' ج ۲ (ترجمہ) ص ۱۷۵

{۲۳} رینالڈ اے نکلسن' اے لٹریری ہسٹری آف دی عربس' ۱۹۶۹ء' کیمبرج یونیورسٹی پریس' ص ۱۴۳

{۲۴} شمس کنول (مدیر) سنگم۔ مذاہب عالم نمبر' ۱۹۸۲ء' ص ۳۱۴

{۲۵} ایضاً